تنظیمِ اسلامی کا پیغام

نظامِ خلافت کا قیام

مطالعۂ قرآنِ حکیم کا

منتخب نصاب نمبر 2

درس - 8

اطاعتِ امر
بمقابلہ
تنازع فی الامر

انجمن خُدّامُ القرآن

سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

درس ۸

اطاعتِ امر بمقابلہ تنازع فی الامر

انجینئر حافظ نوید احمد☆

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (النساء)

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ (الانفال)

﴿وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ ج حَتّٰۤی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ج ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْھُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ ج وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ ط وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (آل عمران)

﴿یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ ط﴾(آل عمران:۱۵۴)

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا ط وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾(النور)

☆مرکزی ناظم تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی naveed.ahmad@quranacademy.com

☆تمہیدی نکات

۱) منتخب نصاب نمبر۲ کا درسِ ہشتم سورۃ النساء آیت ۵۹، سورۃ الانفال آیت ۴۶، سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۲ اور آیت ۱۵۴، اور سورۃ النور آیات ۵۴ تا ۵۶ کے مطالعہ پر مشتمل ہے۔

۲) اِس سے پہلے منتخب نصاب کے مختلف دروس میں ہم پر دینی فرائض کا جامع تصور واضح ہو چکا ہے۔ یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ اِن فرائض کی ادائیگی بغیر ایک منظّم جماعت کے ممکن نہیں۔ یعنی صرف جماعت ہی نہیں بلکہ اس کے لیے ایک منظّم (disciplined) جماعت کی ضرورت ہے۔ وہ جماعت جس کا نظم سمع و طاعت ہو ـــــ یعنی ﴿وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِیۡعُوۡا﴾ ''اور سنو اور (بلا چون و چرا) اطاعت کرو''۔

۳) ہمارے لیے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ سمع و طاعت کے نظم کے تقاضے کیا ہیں؟ اِن تقاضوں کی ادائیگی کی برکات کیا ہیں؟ اِسی طرح اِن تقاضوں کی ادائیگی سے انحراف کے نقصانات کیا ہیں؟ اِن تمام باتوں کے سمجھنے سے ہم دین کی نصرت کے لیے قائم کی گئی جماعت کو مضبوط کر سکیں گے۔ دین کی نصرت کا مشن اور اِس کے لیے قائم کردہ جماعت ہمارے لیے ایک مقدس امانت ہے۔ اِس جماعت کو مستحکم کرنا اور ایسے طرزِ عمل سے اجتناب کرنا جو اِسے نقصان پہنچائے ایک اہم دینی تقاضا ہے۔ اِس تقاضے کی ادائیگی کے لیے ہم منتخب مقاماتِ قرآنی کی روشنی میں چند اہم ہدایات اِس درسِ ہشتم میں سمجھیں گے۔

۴) درسِ ہشتم کا موضوع ہے: اطاعتِ امر بمقابلہ تنازع فی الامر۔ اطاعت کا مطلب ہے: کہنا ماننا۔ اطاعتِ امر کا مفہوم ہے: حکم ماننا، یعنی نظمِ بالا کے احکامات کے مطابق عمل کرنا۔ تنازع کے معنی ہیں: کھینچ تان کرنا، جھگڑا کرنا۔ تنازع فی الامر کا مطلب ہے: حکم کے ماننے میں پس و پیش کرنا، نظمِ بالا کے احکامات پر اعتراضات کرنا، اُن احکامات پر عمل کے لیے تیار نہ ہونا اور اختلافی آراء پیش کر کے اُن میں ترمیم یا تبدیلی چاہنا۔ اطاعتِ امر نصرتِ دین کے مشن اور اِس کے لیے قائم کردہ جماعت کو مستحکم کرتا ہے اور تنازع فی الامر اِسے کمزور کر کے منتشر کر دیتا ہے۔ پہلا طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا ہے اور دوسرا رویہ شیطان کو خوش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ایسا طرزِ عمل اختیار کریں جس سے وہ راضی ہو جائے۔ آمین!

آیات پر غور و فکر

سورۃ النساء، آیت ۵۹

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو!''......﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ﴾ ''اطاعت کرو اللہ کی''......﴿وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور اطاعت کرو رسولؐ کی''...... ﴿وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ ''اور اُن کی جو صاحبِ اختیار ہیں تم میں سے''...... ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ﴾ ''پھر اگر تم جھگڑ پڑو کسی معاملے میں''...... ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ''تو لوٹا دو اُسے اللہ اور رسولؐ کی طرف''...... ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور آخرت کے دن پر''...... ﴿ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ ''یہی بہتر ہے اور عمدہ ہے انجام کے لحاظ سے۔''

◆ اِس آیت میں نظم کا یہ تقاضا بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی، رسول اللہ ﷺ کی اور اصحاب امر کی اطاعت کی جائے۔ اصحابِ امر سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں کسی اجتماعیت کا نظام چلانے کے لیے امیر جماعت یا سربراہِ ریاست مختلف امور پر ذمہ دار مقرر کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ ذمہ دار اپنے کام میں سہولت کے لیے مختلف ذیلی شعبے قائم کر کے اُن کے ذمہ دار مقرر کر دیتا ہے۔ گویا اب ذمہ داران یا اصحابِ امر کا ایک سلسلہ (Chain of command) قائم ہو جاتا ہے۔ اب جو لوگ بھی کسی ذمہ دار کے ماتحت کام کرتے ہیں اُن پر لازم ہے کہ اُس کی اطاعت کریں۔

◆ اِس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ امر کی اطاعت میں ایک استثناء کی طرف بھی رہنمائی ہے۔ آیتِ مبارکہ میں اَطِیْعُوْا (اطاعت کرو) کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور رسول ﷺ کے ساتھ آئے ہیں، لیکن اصحابِ امر کے ساتھ نہیں آئے۔ یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ مطلق اور غیر مشروط اطاعت صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ہے، جبکہ اصحابِ امر کی اطاعت صرف اِس صورت میں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ)) (سنن ابی ا بوداؤد)
''اطاعت نہیں کی جائے گی مخلوق کی خالق کی نافرمانی میں۔''

◆ اگر صاحبِ امر کا فیصلہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو تو پھر اُسے قبول کرنا اور اُس پر عمل کرنا ہم پر لازم ہے، خواہ وہ ہماری رائے اور خواہش کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔ اُس فیصلے کو نہ صرف قبول کرنا ہے بلکہ کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ نظم کی اِس طرح سے پابندی ہی نظم جماعت کی اصل روح اور اِس کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے۔

◆ ﴿اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ﴾ کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ اصحابِ امر کا مسلمانوں میں سے ہونا لازم ہے۔ گویا اسلام میں اصلاً غیر مسلم کی اطاعت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان کسی غیر مسلم حکومت کا وفادار ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر کہیں غیر مسلم زبردستی قابض ہو جائے تو مجبوراً اور اضطراراً اُس کی اطاعت کی جا سکتی ہے، جیسے بھوک سے مرتا انسان مجبوری میں حرام کھا سکتا ہے۔ ایک دینی جماعت میں تو غیر مسلم ہوتے ہی نہیں کہ اُن کے اصحابِ امر بننے کا سوال پیدا ہو۔ اسلامی ریاست میں بھی ایسے تمام امور کا ذمہ دار کسی مسلمان ہی کو بنایا جائے گا جہاں احکامات میں حلال وحرام کی تمیز ملحوظ رکھنی ہوگی۔ البتہ فنی اور پیشہ وارانہ شعبہ جات کی ذمہ داری پر کسی غیر مسلم کو بھی فائز کیا جا سکتا ہے۔

◆ اصحابِ امر سے اگر مامورین کا کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو حکم دیا گیا کہ قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کر کے اختلاف کا حل نکالا جائے۔ اختلافی معاملہ بھی دو طرح کا ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ اختلاف حلال وحرام کا نہ ہو بلکہ صرف ترجیح کا ہو۔ مامور کی رائے میں زیادہ مناسب ایک راستہ اختیار کرنا ہو اور امیر کی رائے میں دوسرا راستہ۔ اب اگر امیر اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو اِس صورت میں نظم کا تقاضا ہے کہ مامور اپنی رائے کی قربانی دے کر امیر کے فیصلہ کو قبول کرلے۔ اختلافی معاملہ کی دوسری قسم یہ ہوسکتی ہے کہ اختلاف کی نوعیت حلال و حرام یا جائز و ناجائز کی ہو۔ ایسے اختلاف کی صورت میں معاملہ کو درجہ بدرجہ chain of command کے ذریعہ امیر جماعت تک پہنچایا جائے۔ اب اگر اختلاف کرنے والا مامور، امیر جماعت کے دلائل سے قائل ہو جائے یا امیر جماعت مامور کے دلائل کو تسلیم کرلے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، اور اگر دونوں میں سے کوئی قائل نہیں ہوتا تو جماعت میں اُس فیصلہ پر عمل درآمد ہوگا جو امیر جماعت کرے گا۔ جو مامور بھی اِس فیصلے کو قرآن وسنت سے واضح دلیل کی بنیاد پر شریعت کے خلاف سمجھے گا اُس کے لیے راستہ کھلا ہوگا کہ وہ جماعت سے علیحدگی اختیار کرلے۔

◆ آیت مبارکہ کے آخر میں ارشاد ہوا کہ مذکورہ بالا اصولوں کی پیروی کرنا ایمان کا

لازمی تقاضا ہے۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ اور اِن اصولوں سے انحراف' یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ دوسرے یہ کہ اِن اصولوں پر اپنے اجتماعیت کا نظام تعمیر کرنے ہی میں مسلمانوں کی بہتری ہے۔ صرف یہی ایک چیز اُن کو دنیا میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھ سکتی ہے' اُن کی جدوجہد کو کامیاب اور نتیجہ خیز بنا سکتی ہے اور اِسی سے اُن کی عاقبت بھی سنور سکتی ہے۔

سورۃ الانفال' آیت ۴۶

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ ''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی'' ...... ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا﴾ ''اور آپس میں نہ جھگڑو'' ...... ﴿فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ﴾ ''ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اُکھڑ جائے گی تمہاری ہوا'' ...... ﴿وَاصْبِرُوْا﴾ ''اور صبر کرو'' ...... ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

◆ اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تعلق ہے تو وہ ہوتی ہی ہے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات انسانوں تک آپ ﷺ کے ذریعہ ہی پہنچے ہیں۔ پھر اِن احکامات کی اطاعت کا عملی نمونہ بھی آپ ﷺ ہی پیش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا عملی طور پر اِس آیت میں آپ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

◆ مسلمانوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی کئی حیثیتیں تھیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے' حاکم تھے' قاضی تھے' سپہ سالار تھے اور مسلمانوں کی جماعت کے امیر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کی حیثیت تو بلا شبہ تمام حیثیتوں سے بالاتر ہے۔ اِسی لیے اِس حیثیت کو قرآنِ حکیم میں سب سے زیادہ نمایاں کیا گیا ہے' کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ' سب سے اہم اور سب سے بلند ہے۔ اِس کے بعد آپ ﷺ کی اہم تر حیثیت امیرِ جماعت کی تھی اور اِس حیثیت میں آپ ﷺ بار بار مختلف معاملات میں مسلمانوں کو احکامات و ہدایات دیتے تھے۔ گویا اِس آیت میں اب تا قیامِ قیامت رہنمائی یہ ہے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ البتہ یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع رہ کر صرف معروف کے دائرے میں ہوگی۔

◆ امیر کی اطاعت ہی نظمِ جماعت ہے اور بغیر نظم کے کوئی اجتماعیت جماعت کہلانے کی حق دار رہے ہی نہیں۔ پھر اصل نظم یہ ہے کہ اپنے سے اوپر کے امیر کی اطاعت کی جائے۔ پوری

جماعت کے امیر کی اطاعت کرنا نسبتاً آسان ہے' جبکہ اپنے سے اوپر کے نقیب یا امیر کی اطاعت کرنا مشکل ہوتی ہے۔ بعض اوقات انسان سمجھتا ہے کہ میں عمر یا تجربہ یا علم یا جماعت میں شمولیت کے اعتبار سے اپنے نقیب یا امیر سے آگے ہوں۔ اِس سب کے باوجود نظم یہی ہے کہ خواہ مشکل ہو یا آسانی' طبیعت میں آمادگی ہو یا نہ ہو' بہرحال اپنے سے اوپر کے ذمہ دار کی اطاعت کرنی ہے۔

◆ آیتِ مبارکہ میں مزید ہدایت دی گئی کہ تنازع مت کرو۔ تنازع یہ ہے کہ مشورہ دینے کے بعد یہ چاہنا کہ اُس پر عمل بھی ہو۔ اپنی رائے کو امیر سے منوانے کی کوشش کرنا' امیر کے اوپر دباؤ ڈالنا کہ فیصلہ ہماری رائے کے مطابق کیا جائے۔ اِس روش سے کھینچ تان ہوتی ہے' نظم ٹوٹ جاتا ہے اور اجتماعیت محض ایک ہجوم بن جاتی ہے۔ ہمیں دیانت داری سے مشورہ دے دینا چاہیے اور امیر کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اُسے صحیح فیصلہ تک پہنچنے کی ہدایت عطا فرمائے۔

◆ امیر کے ساتھ تنازع کا نقصان یہ ہوگا کہ جماعت میں شامل ساتھی 'فشل' کا شکار ہوجائیں گے۔ 'فَشَلَ' کا مطلب ہے کسی چیز کا ڈھیلا پڑ جانا۔ انسان کی ایسی کیفیت کہ وہ کسی کام کو کرنے کی اپنے اندر ہمت ہی نہ پائے۔ یعنی اگر تم نے کھینچ تان شروع کر دی تو تمہاری ہمت ختم ہوجائے گی اور تم ڈھیلے پڑ جاؤ گے۔ کسی تحریک کے لیے اِس سے زیادہ مہلک صورتِ حال نہیں ہوسکتی۔ اب جماعت کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ کفار و مشرکین پر سے اُس کا رعب اور دبدبہ ختم ہو جائے گا۔ جماعتی نظم کا ڈھیلا پڑنا اُس مقصد کو نقصان پہنچانے کا سبب بن جائے گا جس کے لیے جماعت قائم ہوئی تھی۔ وہ مقصد ہے اقامت دین کی جدوجہد۔ گویا نظم کو توڑ کر ہم اقامت دین کی جدوجہد کے عظیم مشن کو نقصان پہچانے کا جرم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِیسا تخریبی کام کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

◆ آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ صبر کرو' بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ صبر کے کئی پہلو ہیں' مثلاً حادثات پر صبر' نیکی کرنے کے لیے صبر' گناہوں سے بچنے کے لیے صبر۔ یہاں صبر سے مراد ہے: اطاعتِ امر کے لیے صبر' یعنی اللہ تعالیٰ' اُس کے رسول ﷺ اور اصحابِ امر کی اطاعت پر صبر۔ اپنی رائے کے خلاف فیصلہ قبول کرنا بغیر صبر کے ممکن نہیں۔ شیطان بار بار اُکساتا ہے کہ امیر نے اچھی طرح سے تمہاری بات سنی نہیں یا تمہاری رائے کو

اہمیت ہی نہیں دی۔ اب انسان اپنی رائے منوانے کے لیے اصرار کرتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو امیر سے لڑنا شروع کر دیتا ہے۔ صبر یہ ہے کہ ہم نے شیطان کے حملہ کا مقابلہ کرنا ہے اور امیر کی طرف سے معروف کے دائرے میں کیے گئے ہر فیصلہ کو نہ صرف قبول کرنا ہے بلکہ اُسے کامیاب بنانے کی اپنی سی پوری کوشش کرنی ہے۔

◆ اصحابِ امر کی اطاعت پر صبر کرنا آسان نہیں بلکہ بہت مشکل ہے۔ البتہ خوشخبری یہ ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ''یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ یعنی اللہ کی رضا اور نظرِ کرم نظم کی پابندی کرنے والوں کو حاصل ہو گی۔

سورۂ آلِ عمران' آیت ۱۵۲

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ﴾ ''اور یقیناً سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ'' ...... اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ﴾ ''جب تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اُس کے حکم سے'' ...... ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ﴾ ''یہاں تک کہ تم ڈھیلے پڑ گئے'' ...... وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ ''اور تم نے باہم جھگڑا کیا فیصلے کے بارے میں'' ...... وَعَصَیْتُمْ﴾ ''اور تم نے نافرمانی کی'' ...... مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ''اِس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تمہیں وہ جسے تم پسند کرتے تھے (یعنی فتح)'' ...... ﴿مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا﴾ ''تم میں سے کچھ چاہتے تھے دنیا (کی فتح)'' ...... وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور تم میں سے کچھ چاہتے تھے آخرت'' ...... ﴿ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ﴾ ''پھر اللہ نے پھیر دیا تمہیں اُن سے تاکہ وہ تمہیں آزمائے'' ...... ﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ﴾ ''اور یقیناً اللہ نے تمہیں معاف کر دیا'' ......﴿وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اللہ بہت فضل کرنے والا ہے مؤمنوں پر۔''

◆ اِس آیت میں تنازع فی الامر کے نقصان کی ایک عملی مثال پیش کی گئی ہے۔ معرکۂ اُحد میں مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی۔ ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ پورا فرمایا۔ مسلمانوں کو کافروں پر حاوی کر دیا اور وہ اُنہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ پھر مسلمانوں کی طرف سے نظم کی خلاف ورزی ہوئی اور پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمانوں کو بڑی زک پہنچی' شدید نقصان ہوا' ستر (۷۰) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے' نبی اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور چہرۂ مبارک لہولہان ہو گیا۔

◆ دراصل غزوۂ اُحد میں ﴿فَتَفْشَلُوْا﴾ والی بات سامنے آئی' یعنی مسلمان فتح دیکھ کر

ڈھیلے پڑے اور پھر ﴿تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ والی بات بھی ہوگئی' یعنی مسلمانوں کا کافروں پر رعب ختم ہوگیا۔ اب مسلمانوں کو دعوتِ فکر دی جارہی ہے کہ ذرا غور کرو ایسا کیوں ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تھا؟ نہیں' وہ تو تمہاری بھرپور مدد فرما رہا تھا۔ تم اپنے سے چار گنا بڑے لشکر پر فتح حاصل کررہے تھے۔ یہاں تک کہ تم خود ڈھیلے پڑے' تم نے اپنے امیر سے تنازع کیا اور اُس کی نافرمانی کی۔ تمہاری اکثریت اپنے امیر کے منع کرنے کے باوجود اُس درّہ سے نیچے اُتر آئی جس پر تمہیں کھڑے رہنے کا تاکیدی حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سورۃ الانفال میں پہلے ہی نصیحت کردی تھی کہ اصحابِ امر سے نہ جھگڑنا ورنہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ تم نے نظم کی پابندی نہیں کی اور اِس کا نتیجہ دیکھ لیا۔ درّے کے راستے دشمن نے پیچھے سے حملہ کیا اور تمہیں شدید نقصان پہنچایا۔ اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نظم کی پابندی کی کیا اہمیت ہے۔

◆ اِس آیت میں مزید ارشاد ہوا کہ تم میں سے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے۔ یہاں دنیا سے مراد مالِ غنیمت نہیں' کیونکہ اُس کے بارے میں تو ضابطہ غزوۂ بدر کے بعد طے ہوچکا تھا۔ اِس ضابطہ کے مطابق کل مالِ غنیمت نبی اکرمﷺ کے پاس جمع کرادیا جائے گا۔ آپﷺ پانچواں حصہ اپنے قرابت داروں اور محتاجوں کے لیے رکھ لیں گے اور چار حصے مجاہدین میں تقسیم فرمادیں گے۔ لہٰذا یہاں دنیا سے مراد مالِ غنیمت نہیں بلکہ دنیوی فتح ہے' جیسے سورۃ الصّف آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا: ﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ﴾ ''اور ایک اور نعمت ہے جسے تم پسند کرتے ہو' مدد اللہ کی طرف سے اور جلد آنے والی فتح۔''

◆ اِس آیت میں آگاہ کردیا گیا کہ یہ دنیوی فتح کی طلب ہے جس سے لوگ اصولوں اور نظم کی پابندیوں سے ہٹ جاتے ہیں۔ مؤمن کا مقصود و مطلوب تو رضائے الٰہی اور فلاحِ اُخروی کا حصول ہونا چاہیے۔ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ دنیا میں نتائج کی پروا کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں تن من دھن لگادیا جائے۔ جہاں جلد سے جلد فتح حاصل کرنے کی طلب پیدا ہوگی اور عجلت پسندی کا مظاہرہ کیا جائے گا وہیں اصولوں سے انحراف ہوگا اور ایسا نقصان ہوگا کہ منزل قریب آنے کے بجائے اور دور ہوجائے گی۔ اصل کامیابی تو آخرت کے دن کی کامیابی ہے' یعنی ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ﴾ (التغابن:۹) ''وہ ہوگا اصل ہار اور جیت کے فیصلے کا دن''۔ یہاں کی ہار' ہار نہیں' یہاں کی جیت' جیت نہیں۔ دنیا کی کامیابی کی کوئی غرض ہی نہ رکھی جائے

بلکہ احساسِ فرض کے تحت حرکت کی جائے۔ دنیا میں کامیابی کا کتنے فیصد امکان ہے اور کتنے فیصد نہیں ہے' یہ حساب کتاب نہ رکھا جائے۔ صد فیصد ناکامی کا یقین ہو تب بھی ہم جدوجہد کرتے رہیں گے اگر ہمارا مطلوب صرف آخرت ہے۔ لہٰذا ہمارا نصب العین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُخروی فلاح ہونا چاہیے نہ کہ انقلاب لانا یا اقامت دین کی منزل حاصل کرنا۔ جہاں یہ چیزیں نصب العین کے درجہ میں آئیں گی وہاں غلطیاں ہو کر رہیں گی۔

◆ آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں پھیر دیا اُن سے' تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور تم آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کر سکو۔ تمہاری اِس غلطی سے درگزر بھی کیا جا سکتا تھا لیکن پھر یہ غلطی تمہارے اندر راسخ ہو جاتی۔ یہ سرزنش اِس لیے ضروری تھی تاکہ ایک دفعہ بات واضح ہو جائے کہ نظم کی پابندی کی کیا اہمیت ہے۔ البتہ اہلِ ایمان کو تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ واقعی تمہیں معاف فرما چکا ہے۔ اب تمہارے لیے آخرت کی کوئی سزا نہیں ہے' جو بھی سرزنش تھی یہاں ہو گئی۔

سورۂ آلِ عمران' آیت ۱۵۴

﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''کہتے تھے کیا ہمارے لیے بھی ہے اختیار میں سے کچھ'' ...... ﴿قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) فرمائیے بے شک اختیار سب کا سب اللہ ہی کے لیے ہے۔''

◆ اِس آیتِ مبارکہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا ایک اعتراض نقل ہوا ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر اُس نے یہ رائے دی تھی کہ مشرکینِ مکہ سے کھلے میدان میں مقابلہ کے بجائے مدینہ میں محصور رہ کر جنگ کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی اپنی رائے بھی یہی تھی' لیکن آپ ﷺ نے نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوشِ ایمان اور ذوقِ شہادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُن کی رائے کے مطابق مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اب عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ بعد میں اُس نے اپنے اِس فرار کا جواز پیش کرنے کے لیے اعتراض کیا کہ میری بات نہ سنی گئی اور نہ مانی گئی۔ کیا معاملات اور اختیارات میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟ اُسے جواب دیا گیا ہے کہ اختیار تو سارے کا سارا اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اُس نے اپنے رسول ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جس رائے کو بھی چاہیں قبول کر لیں اور اُس کے مطابق فیصلہ کر لیں۔

◆ دراصل شیطان یا نفس ہر انسان میں یہ پھونک مارتا ہے کہ میرے ہاتھ میں بھی کچھ اختیار ہو اور میری رائے کو بھی اہمیت دی جائے۔ کوئی اِس کا اظہار کر دیتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ اِس طرح کی خواہش نظم جماعت کے حوالے سے انتہائی مہلک ہے۔ اِس خواہش کا اظہار کرنے والے جان لیں کہ ہر معاملہ کا کل اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اُس نے اپنے رسول ﷺ اور اصحابِ امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ مامورین کی ذمہ داری بس یہ ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ اپنی رائے دے دیں۔ پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں تاکہ وہ امیر کو درست فیصلہ کی ہدایت عطا فرما دے۔ اب جو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تھا تو اُسے دل و جان سے قبول کرنا ہی تھا۔ اِسی طرح اصحابِ امر کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے اگر وہ فیصلہ معروف کے دائرے میں ہے۔

سورۃ النور' آیت ۵۴

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) فرمایئے اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی'' ......﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ﴾ ''پھر اگر تم نے رخ پھیر لیا تو رسولؐ کے ذمہ اتنا ہی ہے جو اُن پر لازم کیا گیا'' ......وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ﴾ ''اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا'' ...... ﴿وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ ''اور اگر تم اطاعت کرو گے اُن کی تو ہدایت پا جاؤ گے'' ......﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ ''اور نہیں ہے رسولؐ کے ذمّہ مگر صاف صاف پہنچا دینا۔''

◆ اِس آیت میں حکم دیا گیا کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینے کا حق ادا کر دینا ہے اور تمہارے ذمہ ہے اُسے قبول کرنا اور اُس کے مطابق عمل کرنا۔ اگر بالفرض اُن کی طرف سے پیغام پہنچانے میں کمی رہی تو تم بری ہو جاؤ گے اور اگر اُنہوں نے اپنا کام پورا کر دیا تو پھر وہ بری ہو جائیں گے اور اب ساری پُرسش تمہاری ہو گی۔ یہ بات سورۃ الاعراف میں اِس طرح بیان ہوئی:

﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

''سو ہم ضرور پوچھیں گے اُن سے بھیجے گئے تھے جن کی طرف رسول اور ہم ضرور پوچھیں گے رسولوںؑ سے۔''

◆ آیتِ مبارکہ میں خوشخبری دی گئی کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو گے تو اِس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اِس سے تمہیں ہدایت جیسی عظیم نعمت حاصل ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں اگر اُن کے ارشادات کو پس پشت ڈال دیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ قرآن وسنت کو امام بنانا ہدایت کے حصول کا راستہ ہے اور اپنی خواہشات کو امام بنانا دنیا میں دھکے کھانے اور آخرت میں برباد ہونے کا راستہ ہے۔

◆ آیتِ مبارکہ کے آخر میں واضح کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ صرف صاف صاف حق پہنچا دینا ہے۔ آپ ﷺ پورا حق بغیر کسی کمی یا بیشی کے بیان کرتے رہیں گے۔ لوگوں کو راضی رکھنے کے لیے نہ حق میں ترمیم کریں گے اور نہ اُس کے کسی حصہ کو چھپائیں گے۔ آپ ﷺ کی ذمہ داری حق پہچانا ہے، لوگوں سے حق منوانا نہیں۔

◆ ایک ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق خدمتِ دین کے مشن میں اپنے امیر کی اطاعت کا حکم بھی اِسی طرح دیا گیا ہے جیسے اِس آیت میں رسول ﷺ کی اطاعت کا۔ یہ اصول ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی امیر کی اطاعت صرف اُس وقت ہوگی جب اُس کا حکم خلافِ شریعت نہ ہو:

سَالَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَرَايْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَاءُ يَسْأَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا، فَمَا تَامُرُنَا؟ فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ اَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، وَقَالَ: ((اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا، فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ ما حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ)) (صحیح مسلم)

سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کیا رہنمائی فرماتے ہیں ایسی صورت کے لیے کہ ہمارے امیر ہم سے اپنے حقوق کا تقاضا کریں لیکن بذاتِ خود ہمارے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کریں۔ آپ ﷺ نے اِس سوال کا جواب نہیں دیا۔ اُن صحابیؓ نے دوبارہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے پھر جواب نہ دیا۔ اُنہوں نے تیسری بار پوچھا تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے اُنہیں کہنی ماری (یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ اِس سوال کو پسند نہیں فرما رہے)۔ اس بار آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''اُن کے احکامات سنو اور مانو، کیونکہ اُن پر جواب دہی ان کے اپنے فرائض کی ہوگی اور تم پر جواب دہی تمہارے فرائض کی ہے۔''

◆ اِس ارشادِ نبوی ﷺ کی روشنی میں صاحبِ امر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مسئول ہے اور اِسی طرح تم بھی۔ امراء کے ذمے جو بھی فرائض اور ذمہ داریاں ہیں وہ ان کے مسئول ہیں۔ اُنہوں نے جلد بازی میں فیصلہ کرلیا یا تمہارے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جو کرنا چاہیے تھا تو وہ اِس کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ اِسی طرح اگر مامورین نے اپنے فرائض ادا نہ کیے تو ان کی پُرسش ہوگی۔

◆ دنیا میں کوئی چیز یک طرفہ تو ہوتی نہیں۔ اگر مامورین کے کچھ فرائض ہیں تو امراء کے بھی فرائض ہیں اور امراء کے حقوق ہیں تو مامورین کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی پر توجہ دے' اپنے حقوق کی طلب کی زیادہ فکر نہ کرے۔ اگر کوئی حق مارا گیا تو دنیوی اعتبار سے تو نقصان ہے' مگر اُخروی اعتبار سے نفع ہے۔ بوجھ تو اُس پر ہے جس نے کسی کا حق مارا ہے۔ آخرت میں حساب کتاب چکا دیا جائے گا اور ہر ایک کو اُس کا حق مل جائے گا۔ اپنے فرائض ادا کرنے والے وہاں کچھ حاصل ہی کریں گے' اُنہیں کچھ دینا نہ پڑے گا۔ یہ نفع کا سودا ہے' نقصان کا نہیں۔ لہٰذا ہر فرد اپنی ذمہ داری کو دیکھے کہ کیا ہے اور وہ اُس میں کوئی کمی تو نہیں کررہا؟

سورۃ النور' آیت ۵۵

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''وعدہ فرمایا ہے اللہ نے اُن سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل کرتے رہے اچھے''......﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ ضرور خلافت دے گا اُنہیں زمین میں''...... ﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''جس طرح اُس نے خلیفہ بنایا اُنہیں جو اِن سے پہلے تھے''...... ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ ''اور ضرور غالب کردے گا اِن کے لیے اِن کے اِس دین کو جو اُس نے پسند کیا اِن کے لیے''﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾......''اور ضرور بدل دے گا اِن کے لیے خوف کی حالت کو امن میں''﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ﴾......''وہ میری ہی عبادت کریں گے''...... ﴿لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾ ''نہیں شریک کریں گے میرے ساتھ کسی کو''...... ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''اور جو ناشکری کرے گا اِس کے بعد''...... ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔''

◆ یہ آیت اقامتِ دین کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو امید افزا پیغام اور بڑا حوصلہ

دے رہی ہے۔ اِس آیت میں ایسے مسلمانوں کوخوش کن بشارتیں دی گئی ہیں جو اپنی استطاعت کے مطابق ایمان اور اعمالِ صالحہ کا حق ادا کر دیں۔ ایمان سے مراد محض زبانی اقرار نہیں بلکہ قلبی اور حقیقی ایمان ہے۔ اِسی طرح اعمالِ صالحہ سے مراد صرف عبادات نہیں بلکہ تمام دینی فرائض کی ادائیگی ہے۔

◆ اِس آیتِ مبارکہ میں ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو تین بشارتیں دی گئی ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ اُنہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔

(ii) اللہ تعالیٰ ضرور غالب فرما دے گا اِن کے لیے اِن کے اِس دین کو جو اُس نے پسند کیا ہے اِن کے لیے۔

(iii) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔

◆ مذکورہ بالا بشارتیں پوری ہونے کے بعد لوگ واقعی اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی زندگی کے انفرادی و اجتماعی ہر معاملہ میں اُس کی اطاعت کر سکیں گے۔ گویا نظامِ خلافت کے قیام کے بغیر ہماری عبادت ادھوری اور ناقص ہے۔

◆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بشارتیں ۶ ھ میں دی گئیں۔ اُنہوں نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا حق ادا کیا اور دو سال بعد ۸ ھ میں فتح مکہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا تمام وعدے پورے ہوگئے۔ گویا یہ آیت خلافتِ راشدہ کی حقانیت پر واضح دلیل ہے۔ خلافت عطا کرنے کا یہ وعدہ جن صالحین سے پورا ہوا وہ واقعی ایمان اور عملِ صالح کے اعلیٰ ترین معیار پر تھے۔ اِس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ کردار کی گواہی دی ہے۔

◆ اقامتِ دین کے لیے جو سعادت مند اِس وقت جدوجہد کر رہے ہیں اُن کے لیے بھی مذکورہ بالا بشارتیں ایک بار پھر پوری ہونے والی ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَكُوْنُ النَّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ اِذَاشَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خَلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا، فَيَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ،

اَنْ تَكُوْنَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَهَا ، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيًّا ، فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَاشَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ، ثُمَّ تَكُوْنُ خَلَا فَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ)) ثُمَّ سَكَتَ (مسند احمد)

''(اے مسلمانو!) نبوت تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ (یعنی نبی کریم ﷺ کی بنفس نفیس موجودگی) پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت کا دور آئے گا' یہ دور بھی اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا' پھر اُسے اُٹھالے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی جو اُس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا' پھر اسے بھی ختم کردے گا۔ پھر مجبوری کا دورِ حکومت ہوگا جو اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا' پھر اسے بھی ختم کردے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت کا دور آئے گا''۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔

◆ البتہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتنے پختہ وعدوں کے باوجود کفرانِ نعمت کریں اور ایمان اور عملِ صالح کی شرائط پوری کرنے کی طرف توجہ نہ دیں تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فاسق شمار ہوں گے۔ اِسی طرح جو لوگ قیامِ خلافت کے بعد بھی کفر پر اڑے رہیں اور حالتِ کفر ہی میں مرجائیں تو وہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ فاسق یعنی اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں۔

سورۃ النور' آیت ۵۶

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ''...... وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور اطاعت کرو رسولؐ کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

◆ اِس آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ اگر دینی ذمہ داریوں اور اِن کی ادائیگی کے لیے تمہیں نظم جماعت کی اہمیت کا احساس ہوگیا ہے تو اب اعمالِ صالحہ کا آغاز کردو۔ اعمالِ صالحہ کے زینے کی پہلی سیڑھی ارکانِ اسلام کی پابندی ہے۔ پہلی سیڑھی پر قدم جماؤ گے تو دوسری پر چڑھنے کا امکان ہوگا۔ اگر یہیں پر قدم لرز رہے ہیں اور تمہیں استقامت حاصل نہیں تو اگلی کا کیا سوال؟ لہٰذا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اب اگلی سیڑھی یہ ہے کہ زندگی کے جملہ معاملات میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ واضح رہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف رسول کی حیثیت میں مراد نہیں ہے' بلکہ امیر کی حیثیت میں بھی' سپہ سالار کی حیثیت میں بھی' چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے بھی اور چیف جسٹس کی حیثیت سے بھی مراد ہے۔ اب جو بھی اصحابِ

امر ہیں اُن کی معروف کے دائرے میں اطاعت کرتے ہوئے دینی فرائض کی ادائیگی کی کوشش کی جائے گی۔

◆ سورۃ النور کی اِس آیت میں وہی اسلوب ہے جو سورۃ الحج کی آخری دو آیات میں ہے۔ اِن آیات میں دینی فرائض بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا:

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾

''پس قائم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور چمٹ جاؤ اللہ کے ساتھ۔ وہ کارساز ہے تمہارا۔ پس کیا خوب کارساز ہے اور کیا خوب مددگار ہے!''

◆ آیتِ مبارکہ کے آخر میں آگاہ کیا گیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں تو خلوصِ دل کے ساتھ دینی فرائض کی ادائیگی کا آغاز کر دو اور اِس کے لیے جماعتی نظم کی پابندی کرو۔

۞۞۞